Lesson 2: Ra'ad (Ayaat 18- 43): Day 8 سُوْرَۃُ الرَّعد کی تفسیر

آیت 26 سے دیکھیں گے۔ یہاں اللہ سبحانہ وتعالیٰ مزید کچھ باتیں بتاتے ہیں۔اس آیت کا تعلق پیچھے سے ہے۔اِس کا ذِکر ہو گیا ہے لیکن اَب دوبارہ یہاں سے شُروع کریں گے تاکہ آپ اس کو آگے سے لے کر چلیں۔

اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ۗ وَفَرِحُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ ﴿٢٦﴾

خدا جس کا چاہتا ہے رزق فراخ کر دیتا ہے اور (جس کا چاہتا ہے) تنگ کر دیتا ہے۔اور کافر لوگ دنیا کی زندگی پر خوش ہو رہے ہیں اور دنیا کی زندگی آخرت (کے مقابلے) میں (بہت) تھوڑا فائدہ ہے۔

پچھلی آیتوں میں ہم نے گناہ کرنے والے کی بات پڑھی اور وہ کِردار جو بُرے کام کرتا ہے۔جو حقیقت میں کام کرنے کے تھے اُس کو چھوڑ کر دوسرے کام کرنے والا۔تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کہتے ہیں کہ ایسے, لوگ جتنے مرضی گُناہ کر لیں، اُن کی جتنی مرضی بھاگ دوڑ اس دُنیا کے لیے ہو جائے، اُن کو دُنیا اُتنی ہی ملنی ہے جتنی اُن کے نصیب میں ہے۔اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے رِزق کو اپنے ہاتھ میں رکھنے کی کیا وجہ ہے۔ اگر آپ یہاں لفظ يَبْسُطُ دیکھیں تو اِس کے اندر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا بڑا خوبصورت نام ''اَلْبَاسِطُ'' ہے۔ اللہ تعالیٰ کھول دیتا ہے۔اِسی طرح الرِّزْقَ کے اندر اللہ تعالیٰ کا نام اَلرَّزَّاق ہے۔پھر اِسی طرح يَقْدِرُ کے اندر اللہ تعالیٰ کا نام اَلْقَادِرُ اور اَلْقَدِير ہے۔صِرف آدھے جُملے میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی صفات کا ذکر آ گیا، شُروع میں لفظ اللہ بھی ہے۔

تو اگر آپ دیکھیں اَللّٰهُ، يَبْسُطُ ، الرِّزْقَ، اوریَقْدِرُ، چار لفظ ایسے ہیں جو براہِ راست اللہ تعالیٰ کی صفات کی طرف لے کے چلتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے رِزق کا معاملہ اپنے ہاتھ میں اس لیے رکھا کہ اِنسان بغاوت پہ نہ آجائے۔ ہم آگے پڑھیں گے قُرآن پاک میں آتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اگر میں نے لوگوں کے ہاتھ میں رزق کے خزانے دیئے ہوتے تو یہ بغاوت کرنے لگ جاتے۔

دوسری بات اِس آیت سے کیا پتہ چلتی ہے کہ جو مرضی کرلو رزق اُس کے ہاتھ میں ہے۔ آپ اپنے بچے پہ تھوڑی سی توجہ کریں۔ ماں جب اپنے ہاتھ میں چیزوں کو رکھتی ہے تو بچہ جتنی مرضی کوشش کر لے، یہ دے دیں، وہ دے دیں، لیکن بچے کو اُتنا ہی مِلتا ہے جتنا ماں چاہتی ہے، کیونکہ ماں کو پتا ہے اس وقت اِس کو کِس چیز کی ضرورت ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہاں بتا دیا کہ تُم اِس دُنیا میں مگن ہو۔ اللہ تھوڑا سا تمہارے ساتھ اَلبَاسِط بن کے تمہارے رزق کا بڑھاتا ہے تو تم دُنیا میں آ کے مستیاں کرتے ہو۔

فَرِحُوْ کا لفظ یہاں ناگوار معانوں میں ہے۔ مگن ہو گئے ہو۔ تمہیں فِکر ہی نہیں۔ تمہاری دُنیا سامنے آتی ہے تو تمہیں دین پیچھے لگتا ہے۔ تمہاری دُنیا بڑھتی ہے تو آخرت سِمٹنے لگتی ہے۔ تم اس دنیا کے کاموں کو اتنا اہم سمجھ لیتے ہو کہ دور پڑی چیز کی آج سے فکر کر رہے ہو اور آج کے دن کی نیکیوں کو تم پیچھے ڈالتے ہو۔ ہم سب اپنے آپ کو اپنے دل کی حالت سے پرکھ سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بات کہہ کر کہ دیکھو دُنیا کی زندگی تو صِرف ایک متاع ہے، برتنے کی چیز ہے۔ اور آپ کو پیچھے بتایا تھا کے متاع کا لفظ استعمال کی چیزیں، یا وہ کپڑا جس کو حیض کا خون لگ جائے اُسکو بھی متاع کہتے ہیں۔ صحیح مُسلِم کی روایت میں آتا ہے نبیؐ نے فرمایا' کے یہ دُنیا آخرت کے مُقابلے میں ایسے ہے کے جیسے کسی سمندر میں کوئی اُنگلی ڈالے تو اُنگلی کو لگنے والا پانی دُنیا ہے اور جو پیچھے جس کی کوئی حد نہیں، کوئی انتہا نہیں وہ آخرت ہے"۔

اِسی طرح ایک موقع پہ نبیؐ صحابہ کے ساتھ گزرے اور ایک مُردہ بکری کا بچہ زمین پہ رکھا ہوا تھا، جِس کے اندر کیڑے چل رہے تھے بڑے بڑے کانوں والا یعنی حقیر۔ آپؐ نے رُک کے پُوچھا کہ تُم میں سے کوئی ہے جو اِسکو لینا چاہے۔ صحابہ بڑے حیران ہوئے کہ ہم کیسے لے سکتے ہیں۔ یہ کوئی پیسوں کا کیسے لے گا۔ کہا ایک دِرہم میں لیتے ہو۔ صحابہ نے کہا اللہ کے نبی اِسکو تو کوئی مُفت میں بھی نہیں لے گا ۔ تو آپؐ نے فرمایا ِ 'اُس ذات کی قسم جِس کے ہاتھ میں میری جان ہے یہ دُنیاوَمافیہاَ، جو کُچھ اِس میں ہے، اُس میں ان سب کی مثال اس مردہ بکری کے بچے سے زیادہ نہیں۔

ہم آج ہر اُس چیز کے پیچھے پھر رہے ہیں جو ایک بکری کے بچے سے بھی زیادہ نہیں ہے۔ حقداروں کو حق نہیں دیتے، لوگوں پہ ظلم کرتے ہیں لوگوں کے حق چھیننے کی کوشش کرتے ہیں۔ کیا ہم سارا دِن اِن حقیر سی چیزوں کے پیچھے بھاگتے ہیں۔ پھر سُوچتے ہیں کے اللہ کی نظروں میں ہماری بہت عزت ہو، اللہ تعالیٰ ہمیں بہت دے۔ یہ کبھی نہیں ہو گا۔ قُرآن پڑھنے کے دوران اگر میر ہم اپنے اندر اِس تبدیلی کو محسوس نہیں کر رہے تو یاد رکھیں یہ بہت خطرناک ہے۔ ناچاہتے ہوئے بھی قُرآن پڑھنے کے ساتھ ساتھ دُنیا کم ہوتی ہے۔

یہ بالکل ایسے ہے کے جیسے آپ اپنے کمپیوٹر پہ ایک وِنڈو بڑی کرتے جائیں گے تو پہلے سے کھلی ہوئی دُوسری وِنڈوز چھپتی ہی جائیں گی۔ اور اگر آپ اُسکو پورا ہی فُل سکرین کر دیں دس وِنڈوز آپ کے کمپیوٹر پہ کھلی ہوں گی، آپکو صِرف وہ نظر آئے گی جو سب سے اوپر ہے۔ پُوچھئے کہ قُرآن میری زندگی کی سکرین پہ کہاں ہے۔ کیا میری دُنیا کی چھوٹی چھوٹی خواہشات کی نظر تو نہیں ہو گئی۔ کوئی مُسلمان نہیں کہتا کہ میں نے قرآن کی وِنڈو نہیں کھولی۔ سب کی کھلی ہوئی ہے، لیکن چھپی ہوئی ہے۔ اوپر اتنی

وِنڈوز ہوتی ہیں بعض دفعہ آپ نے پہلی چیز ڈھونڈنی ہو کوئی بٹن بند کرتے ہیں پھر کہتے ہیں اچھا یہ کھلی تھی میں تو سمجھیں بند ہو گئی یہ ہے وَفَرِحُوۡا بِالۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا ؕ اس طرح لوگ دنیا کے تھوڑے سے فائدے کے لیے اتنا بڑا فائدہ چھوڑ دیتے ہیں۔ کیوں کہ ان کو آخرت کی زندگی کے انعامات کا یقین نہیں ہے۔ انکی کوشش اس دنیا کے لیے ہے کیوں کہ یہ نظر آتی ہے۔ اب اگلی آیت کو پچھلی سے اس طرح جوڑ لیجیئے کہ جب دنیا بڑی لگنے لگتی ہے تو انسان ظاہر پرست ہو جاتا ہے۔ اور نشانیاں اُسے فائدہ نہیں دیتیں۔

وَيَقُوۡلُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا لَوۡلَاۤ اُنۡزِلَ عَلَيۡهِ اٰيَةٌ مِّنۡ رَّبِّهٖ‌ؕ قُلۡ اِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنۡ يَّشَآءُ وَيَهۡدِىۡۤ اِلَيۡهِ مَنۡ اَنَابَ ۖ ﴿۲۷﴾

یہ لوگ جنہوں نے (رسالت محمدیؐ کو ماننے سے) انکار کر دیا ہے کہتے ہیں "اِس شخص پر اِس کے رب کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہ اتری" کہو، اللہ جسے چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے اور وہ اپنی طرف آنے کا راستہ اُسی کو دکھاتا ہے جو اُس کی طرف رجوع کرے۔

کتنی ہٹ دھرمی ہے۔ بار بار مطالبے کرتے ہیں۔ اسکو کہتے ہیں "دھان کے پان"۔ وہ چاہتے تھے کہ نبیؐ کوئی شعبدہ، کوئی کرتب دکھائیں، یہ کچھ مانگیں تو فوراً حاضر کر دیں۔ حالانکہ نبیؐ نے کبھی بھی ان ظاہری چیزوں کا وعدہ نہیں کیا تھا۔ ظاہر پرست لوگ ہمیشہ نشانیوں کے پیچھے لگے رہتے ہیں۔ جو اندر کی بصیرت سے نہیں دیکھتا اُسکو باہر کی نشانیاں بھی فائدہ نہیں دیتیں۔ قُلۡ اِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنۡ يَّشَآءُ وَيَهۡدِىۡۤ اِلَيۡهِ مَنۡ اَنَابَ ۖ، اس آیت میں بہت خوبصورت بات ہے۔ پہلی بات ڈرانے والی ہے اور دوسری بات خوش کرنے والی ہے۔

اس آیت کا ٹاپک "ہدایت کس کو ملتی ہے"۔لوگ کہتے ہیں کہ ہمیں معجزے دکھاؤ پھر ہدایت آئے گی، لیکن اللہ سبحانہ وتعالیٰ کہتے ہیں کہ ہدایت اُسکو ملتی ہے مَنۡ اَنَابَ ؕ جو اسکی طرف خود رجوع کرے۔ ہم ایک جُملہ بولتے ہیں "تمہیں چاہ نہیں تو ہمیں راہ نہیں"۔یعنی اگر تمہیں ہماری چاہت نہیں ہے تو ہمیں تمہارے گھر کا راستہ نہیں آتا۔انسان کو جدھر کی چاہت نہیں ہوتی وہ اُس طرف دیکھتا بھی نہیں۔یہی حال ہدایت پہ نہ آنے والوں کا ہے۔آپ سمجھتے ہیں کہ اس قرآن کو پڑھنے کے بعد ہدایت مل جاتی ہے، یہ تو ایسی بات ہے کہ آپ یہاں بیٹھے گوگل کھولیں اور ایسٹ لندن کا پتہ ڈھونڈ لیں۔تو کیا آپ ایسٹ لندن پہنچ گئے؟ آپ کب پہنچیں گے، جب آپ گھر سے نکلے، گاڑی میں بیٹھے، راستہ منتخب کیا۔یعنی درست راستے پہ ہر رکاوٹ کو عبور کرتے ہوئے سفر کرنے سے آپ اپنی منزل تک پہنچیں گے۔اسی طرح آپ کے سامنے قرآن کھلا ہے۔یہ قرآن آپکا گوگل آف گائڈینس ہے۔ہدایت کے راستے سے گزر کر انسان جنت تک پہنچتا ہے۔جو لوگ یہ سوچتے ہیں کہ دنیا میں ہم بے ہدایت رہیں اور جنت مل جائے، اُنکا یہی حال ہے کہ بیٹھ کے راستوں کے نقشے تو دیکھتے رہتے ہیں لیکن نکلتے نہیں۔ الحمدُلِاللہ ہم نے راستہ ڈھونڈا، پھر سفر پہ نکل پڑے اور اب چودھویں سیڑھی پر پہنچ گئے۔آپ سمجھیں یہاں سے ہم چودہ میل چلے، ابھی تیس میل اور ہے تو کیا منزل مل گئی۔نہیں ملی۔یہ زندگی کے آخری موڑ پہ جا کے ملے گی۔آپکو ساری زندگی ہدایت کے سفر میں رہنا پڑے گا پھر جا کے منزل ملے گی۔اس کے برعکس جن لوگوں کے دلوں میں سچی تڑپ نہیں ہوتی وہ ایسی باتوں پہ اٹکلیں چھوڑتے ہیں۔نبیؐ پر اتنے الزامات لگے کہ اگر ہمیں لگیں تو سینہ چھلنی ہو جائے۔ہم تو اپنی ذات پہ چار لفظ لگے ہوئے برداشت نہیں کرتے۔ابو جہل یہ بات کہہ چکا تھا کہ یہ تو ہم سے مقابلے بازی کرتے ہیں۔عبدُاللہ بن اُمیہ کا تذکرہ آتا ہے کہ اُس نے بھی آکے ابو جہل کے ساتھ باتیں کیں کہ یہ کیا

کرتے ہیں، اسکو زِچ کرو، کوئی مطالبہ کرو۔ پھر ایک مطالبہ کیا کہ مکہ کا شہر بڑا تنگ ہے، آپ ایسا کیجئے کہ یہ بڑا ہو جائے۔ کبھی کہتے کہ یہاں سبزہ ہو جائے، ہریالی ہو جائے۔ ایک نے کہا کہ آپؐ کو پتا ہے کہ داودؑ کے لیے پہاڑ مسخر کیئے ہوئے تھے، جب وہ تسبیح کرتے تھے تو پہاڑ بھی بولتے تھے، آپؐ بھی تو کوئی ایسا معجزہ دکھائیں کہ آپ کے ساتھ یہ پہاڑ بھی بولنے لگیں۔ ایک مطالبہ یہ کیا کہ حضرت سُلیمانؑ ہواؤں کو مسخر کرتے تھے آپ بھی کوئی معجزہ دکھائیں کہ شام اور یمن کا راستہ ہمارے لیے آسان ہو جائے۔ اگلا مطالبہ کہ حضرت عیسیٰؑ مُردوں کو زندہ کرتے تھے، آپ بھی ہمارے دادا "قُصیٰ" کو زندہ کر کے دکھادیں تا کہ ہم اُن سے پوچھ لیں کہ آپکا دین سچا ہے یا جھوٹا۔ اللہ کہتا ہے اور مانگو نشانیاں، تمھیں کوئی فائدہ نہیں ہونا۔ ہدایت کا راستہ تب تک نظر آتا ہے جب تک اندر کی بصیرت بھی ہو اور باہر کی بصارت بھی ہو۔ ہدایت کی ایک نقد نشانی ہے اور وہ کیا؟

اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَتَطۡمَئِنُّ قُلُوۡبُهُمۡ بِذِكۡرِ اللّٰهِ ؕ اَلَا بِذِكۡرِ اللّٰهِ تَطۡمَئِنُّ الۡقُلُوۡبُ ؕ﴿۲۸﴾

ایسے ہی لوگ ہیں وہ جنھوں نے (اِس نبی کی دعوت کو) مان لیا اور اُن کے دلوں کو اللہ کی یاد سے اطمینان نصیب ہوتا ہے خبردار رہو! اللہ کی یاد ہی وہ چیز ہے جس سے دلوں کو اطمینان نصیب ہوا کرتا ہے۔

پہلی چیز اٰمَنُو ایمان دیتا ہے۔ اِدھر سے اُدھر نہیں بھٹکتا۔ ڈبل مائنڈڈ کیفیت بہت اضطراب کی کیفیت ہوتی ہے۔ اٰمَنُو کی صورت میں انسان سارے خُداؤں سے بے نیاز ہو کر ایک خُدا کو ماننے لگتا ہے دل اور روح کی تسکین کا سب سے بڑا ذریعہ اللہ کا ذکر ہے۔ ہمارا جسم مٹی سے بنا ہے اور مٹی کے اندر روشنی نہیں جاتی۔ اس روشنی کے لیے اللہ نے ہمارے جسم میں ایک لالٹین رکھی ہوئی ہے اور وہ تَطۡمَئِنُّ

قُلُوْبُهُمْ ۚ ہے۔اس مٹی کے وجود کو اللہ کا ذکر نورانی بناتا ہے۔ اطمینان کیا ہوتا ہے؟اطمینان یہ ہے کہ جس چیز کی طلب تھی،اُسکو پانے کے بعد انسان کو کسی اور چیز کی ضرورت نہ رہے۔یعنی اپنے مطلوب کو پاکر مطمئن ہو جائے۔ جیسے آنکھیں نیند سے بوجھل ہورہی تھیں، آپ سوگئے،اب اَلْحَمْدُلِلّٰہِ آنکھیں سکون میں آ گئیں۔اطمینان کا تعلق جسم سے نہیں ہے۔یہ روح کی کیفیت کا نام ہے جو کہ لفظوں میں بیان نہیں ہو سکتی۔اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے پچھلی آیت میں بات کر دی کہ تم ہدایت مانگتے ہو اور اپنی مرضی کے طریقوں سے مانگتے ہو، نہیں ملے گی۔ آج انسان نے اطمینان پانے کے لیے اپنے گھروں کو کباڑ خانہ بنالیا،کچھ نے شاپنگ میں اطمینان پانا چاہا، نہیں ملا،کچھ نے میوزک کے نشے میں کھو کے اطمینان پانا چاہا، نہیں ملا۔ آج انسانیت اس کو پانے کے لیے ہر دنیاوی حربہ آزما چکی، لیکن نہیں ملا۔

اطمینان کے مختلف شیڈز ہوتے ہیں۔مثلاً خوشی،سکون،تحفظ،اعتماد،پائیداری کا احساس۔ جتنا آپکا دل ان جذبات کے اندر مضبوط ہو گا،اُتنا آپ اپنے آپ کو مطمئن پائیں گے۔اللہ تعالیٰ نے ایمان کے ساتھ اطمینان کو جوڑ دیا۔اس لیے ان دونوں کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔اللہ کے ذکر کو بھی سمجھ لیں۔ہم دو طرح سے اللہ کا ذکر کرتے ہیں۔

ایک "یاد"۔ جیسے آپ کسی کو کہتے ہیں کہ میں ابھی آپ کو یاد ہی کر رہی تھی۔یعنی ذہن آپکی طرف چلا گیا۔ہر وقت اللہ کو یاد رکھنا۔دوسرا ذکر زبان سے اُس کے نام کا وِرد ہے۔حدیث میں آتا ہے کہ سب سے افضل ذکر " لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ. "ہے۔اسی طرح قرآن کو بھی ذکر کہا گیا۔سورۃ حِجر آیت نو میں ہم پڑھیں گے۔اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴿۹﴾ بے شک ہم نے ہی اس ذکر کو نازل کیا،اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

جب انسان اللہ کا ذکر کرتا ہے تو اُس کو اللہ پر توکل کرنا آجاتا ہے۔ جس کو اللہ پر توکل کرنا آگیا وہ نہ تو مشکلات میں گھبراتا ہے اور نہ دنیا کی لذتوں پہ ریجھتا ہے۔ وہ ہر حال میں اللہ پر نظر رکھتا ہے۔ میرے اس کام سے اللہ تو ناراض نہیں۔ وہ اپنا محاسبہ کرتا ہے۔ پھر وہ سوچتا ہے کہ میں اللہ سے خوش ہوں، میرا اللہ بھی مجھ سے خوش ہو گا۔ اگر لوگ اُس سے ناراض بھی ہو جائیں تو وہ پرواہ نہیں کرتا کہ میرا اللہ تو مجھ سے خوش ہے۔ پھر ایسے لوگوں کو چاہیئے کہ اپنی زندگیوں کو اللہ کی یاد میں لگائیں۔ ایسے لوگوں کو اللہ کے احکام مان کے بہت خوشی ہوتی ہے۔

ہم اپنے آپ سے پوچھیں، میں اپنے دل کا کیا معاملہ پاتی ہوں۔ اندر گہرا سکون ہے، خوشی کا احساس ہے۔ اگر ہے تو سنبھال کے رکھیں کیوں کہ ایسا نہیں ہو سکتا کہ ایک انسان کے دل میں ایمان ہو اور وہ شک میں پڑ جائے۔ ہم سب کے دشمن نے ہمیں دین سے دور کرنے کے لیے شک میں ڈال دیا ہے اور یہ شک اُس وقت یقین لگتا ہے اور اُس بات کے پردے میں انسان ہدایت کے راستے کو چھوڑ کے دوسری طرف چل پڑتا ہے۔ نقصان کیا ہوتا ہے کہ انسان حق سے دُور ہوتے ہوئے بھی خود کو حق پہ سمجھتا ہے۔ اللہ کی یاد سے اس لیے سکون ملتا ہے کہ اللہ نے انسان کو اسی لیے پیدا کیا ہے۔ جس طرح مختلف چیزیں ہمارے جسم کی خوراک ہیں، اسی طرح دل کی خوراک 'اللہ کی یاد' ہے۔ جنکو ابھی تک ہدایت نہیں ملی، اللہ کہتے ہیں ان کو ابھی مَنۡ اَنَابَ ؕ کی کیفیت نہیں ملی۔ ہدایت اُسی کو ملتی ہے جس کو طلب ہوتی ہے۔ اللہ کی یاد کو دل کی خوراک بنا کے دیکھیں آپکو یہ پیغام ملے گا کہ ہدایت مانگنے والو، ہدایت پہ آ کے تو دیکھو، دوعالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو- عجب چیز ہے لذتِ آشنائی

ظلم کر کے، دوسروں سے زیادتی کر کے، اللہ سے دُور رہ کر آپ خوش نہیں رہیں گے۔ دل اللہ کی یاد سے آرام پاتا ہے۔ جیسے سارا دن آپ بھاگ بھاگ کے کام کرتی رہیں، جیسے ہی دوپہر کا کھانا کھایا آپ کو نیند آنے لگتی ہے۔ کیوں کہ جسم کی ضرورت پوری ہوئی اب وہ آرام چاہتا ہے۔ سائنس کہتی ہے کہ جس کو آرام کرنے سے آکسیجن ملتی ہے۔ اسی لیے قیلولہ کرنے کا کہا گیا۔ اگر رات کو آپکو نیند نہ آئے تو وضو کریں، قرآں پڑھنے لگ جائیں، 15 منٹ نہیں گُزریں گے کہ آپ کو نیند آنے لگے گی کیوں کہ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ۔ اللہ کی یاد سے دلوں کو سکون ملتا ہے۔ قرآن سے روح کو سکون ملتا ہے۔ اس کو قرآن کی محفل میں محسوس کیا کریں۔

آس پاس سے بے نیاز، صرف اور صرف اپنے دل میں جھانک کے دیکھیں کہ کیا مجھے قرآن پڑھنے کے باوجود بے سکونی تو نہیں۔ یہ بڑی فکر کی بات ہے۔ یہ بالکل ایسے ہے کہ کھانا تو کھاتی ہوں، پیٹ نہیں بھرتا۔ یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ انسان عظمت کے ساتھ اپنے رب کو پالے اور اُسے سکون نہ ملے۔ اللہ کہتا ہے تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔ تم میرا شکر کرو، نہ شکری نہ کرو۔ آج انسانیت کو سکون اس لیے نہیں مل رہا کہ اللہ کو چھوڑا ہوا ہے۔ اسکو ایک مثال سے سمجھیں۔ ایک دودھ پیتا بچہ ماں کی گود میں ہے، اُسے نہیں پتا کہ اُس نے برینڈڈ کپڑے پہنے ہیں یا نہیں، اُسے بس یہ سکون ہے کہ وہ ماں کی گود میں ہے۔ اور ایک بچہ محل میں رہتا ہے، ہر آسائش ہے لیکن ماں نہیں ہے۔ آپ اُسے جہاں بھر کے کھلونے دے دیں لیکن اُسے سکون نہیں آئے گا کیوں کہ اُسے ماں چاہیئے۔

اسی طرح جب اللہ یاد رکھتا ہے تو ہم خوش رہتے ہیں، اور جب وہ ہمیں چھوڑ دیتا ہے تو ہم پریشان ہو جاتے ہیں۔ جسم کی ضرورت پوری ہوتی ہے تو اطمینان نہیں ملتا، آرام ملتا ہے۔ اطمینان روح کی

ضرورت پوری ہونے پہ ملتا ہے۔ آج ہم سکون، اطمینان بازاروں میں ڈھونڈتے ہیں۔ لوگوں کے پاس حقیقی خوشی ہے ہی نہیں۔ مصنوعی مسکراہٹوں کے پیچھے تفکرات کی جھلکیاں ہوتی ہیں، اس دنیا میں اس طرح کُبھے ہوئے ہیں کہ جوانوں کے چہروں پہ جھریاں پڑی ہوئی ہیں، چہرے پریشان ہیں۔ آپ اپنا بیڈ روم میچنگ کر لیں لیکن اگر اندر سکون نہیں تو وہی کمرہ آپکو زہر لگے گا۔

سکون صرف اللہ کی یاد میں ہے جسے ہم نے اپنی ڈکشنری سے نکال ہی دیا۔ آپ کے پاس کوئی مریض آئے جسے آپ فرائڈ کے نظریات کے ذریعے ٹریٹ کر رہے ہیں، جس میں خُدا ہے ہی نہیں تو کیا آپ اُسے سکون دے سکیں گے۔ آپ اسلامی سائیکالوجی سے لوگوں کا علاج کریں۔ جس چیز میں بنانے والے کا نام نہ ہو وہ خوشی کیسے دے گی۔ اس کے لیے اسلامی دماغ چاہیئے۔ جس نے اسلام بھی پڑھا ہے اور فرائڈ کو بھی پڑھا ہے۔ وہ ان کا تقابل کر کے لوگوں کو علاج کے ذریعے سکون دلا سکتا ہے۔ اگر ڈپریشن ہے تو ایمان نہیں ہے۔ ایمان اور ڈپریشن ساتھ نہیں چل سکتے۔ صحابہ اکرام کو مثال بنالیجیئے۔ کیا کچھ اُن پر نہیں گزرا، اُحد میں ستر (70) رشتہ داروں کی لاشیں اُٹھانی پڑیں۔ کوئی ایک چھوٹی سی روایت لا کے دکھادیں کہ صحابہ ڈپریشن میں چلے گئے۔ مکہ میں الزام، بہتان، قطع رحمی، گھر میں جھگڑے،، بیویاں، شوہر جُدا، کہیں ڈپریشن نہیں۔ آپ کہیں نہیں پڑھیں گے کہ اُمِ سلمہ ڈپریشن میں چلی گئیں جب اُن کو اُنکے شوہر اور بچوں سے جُدا کر دیا گیا۔ زینبؓ کیوں نہ ڈپریس ہو گئیں جب اُن کو اُن کے شوہر سے الگ کر دیا گیا۔ غزوۂ احزاب ہوتا، اللہ کے نبیؐ بُلاتے، سب آؤ خندق کھودیں، پتا چلا کہ ایک ڈپریشن میں چلا گیا، ایک ٹینشن میں چلا گیا، ایک کو سٹروک ہو گیا۔ سیرت سے اب آپ کی بھی دوستی ہو گئی ہے۔ یہ سب اُن کو اس لیے نہیں ہوتا تھا کہ اُن کے دلوں کو سکون، اطمینان تھا۔

اُن کو اَجر کی اُمید تھی۔ اُمید انسان کو ٹوٹنے نہیں دیتی کہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ نتیجہ کیا ہوتا ہے وہ سکون میں ہوتا ہے۔ امام ابنِ تیمیہ کو جیل میں ڈال دیا گیا، اور کہتے تھے میری جنت میرے اندر ہے، چاہے کہیں بھی رہوں۔ حضرت یعقوبؑ اپنے بچے کی یاد میں ڈپریس کیوں نہیں ہو گئے۔ مدینہ میں کیوں کوئی پاگل خانہ نہیں تھا۔ یہ آج کے لادین اور بے خُدا مذہب اور اس کلچر کے تحفے ہیں۔ دل کو سکون چاہیئے، اللہ کی یاد۔

جیسے ایمبولنس میں مریض کو لے کے جاتے ہیں اسی طرح ڈپریشن کے مریضوں کو اُٹھا کے قرآن کی محفلوں میں لے آئیں۔ اگر آج کی بیماریاں گن لیں جن میں نفسیاتی، جسمانی، ذہنی،، اخلاقی، معاشی، معاشرتی جن میں بوڑھے، جو ان سب مبتلا ہیں، سب کا ایک ہی علاج ہے اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ۔ آپ نماز پڑھتے ہیں لیکن وہ کیا نماز کہ ایک دفعہ بھی اللہ سے ملاقات نہ ہو۔ آج اگر ہماری نماز ہی زندہ ہوتی تو کم از کم یہ ڈپریشن نہ ہوتا۔ سکون وہاں کے لیے ڈھونڈیں جہاں جانا ہے۔ ایک حدیث کا خلاصہ ہے کہ لوگ دنیا میں آرام اور چین ڈھونڈتے ہیں جبکہ وہ اللہ کی یاد میں ہے۔ آپ سارا ہفتہ گھومیں، پھریں، کھائیں، پیئیں آپکو وہ سکون نہیں ملے گا جو قرآن کی کلاس میں ملے گا۔ ہم اپنے اوپر ظلم نہیں کر سکتے۔ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ۔ ہم صرف جسم سے نہیں بنے، ہماری روح بھی ہے۔ سورۃ بنی اسرائیل میں آیت 85 میں ہم پڑھیں گے؛

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ۭ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿٨٥﴾ یہ لوگ تم سے روح کے متعلق پوچھتے ہیں کہو "یہ روح میرے رب کے حکم سے آتی ہے، مگر تم لوگوں نے علم سے کم ہی بہرہ پایا ہے" ﴿٨٥﴾